انتخابات میں حصہ لے رہے ہیں تو انھوں نے کہا: اخوان تو اس قسم کے حالات کے عادی ہو چکے ہیں!

اسلام اور جمہوریت کے حوالے سے بڑی علمی بحثیں کی جاتی ہیں لیکن جمہوریت کے علم برداروں کو اس میں کیا امر مانع ہے کہ مسلم ممالک میں اظہار رائے کی آزادی ہو، پریس اور ذرائع ابلاغ آزاد ہوں، اور انتخابات واقعی عوام کی مرضی معلوم کرنے کے لیے ہوں۔ خود امریکہ میں ایک ریاست کے چند ووٹ دنیا کا سب سے بڑا فیصلہ کریں گے، لیکن ہمارے ملکوں میں ۹۶، ۹۷ فی صد اکثریت والی "جمہوریت" رائج کی جاتی ہے۔ بدترین آمریت کو بھی، مفید مطلب ہو تو، سندِ جمہوریت سے نوازنے میں کوئی تکلف محسوس نہیں کیا جاتا۔

بوسنیا میں انتخابات

افتخار احمد چیمہ ○

بوسنیا میں حال ہی میں انتخابات ہوئے ہیں۔ بوسنیا میں سرب، کروٹ اور مسلمان تینوں آبادیاں ہیں۔ سربوں نے سارے ووٹ اپنی پارٹی SOS کو اور کروٹوں نے سارے ووٹ اپنی پارٹی HDZ کو دیے۔ لیکن مسلمانوں میں چھے پارٹیاں بن گئی تھیں جن میں سے تین پارٹیوں نے نسبتاً زیادہ ووٹ حاصل کیے۔

عالیجاہ عزت بیگوچ خرابی صحت کی بنا پر سیاست سے دست بردار ہو چکے تھے۔ ان کی پارٹی SDA سے اس کے بڑے بڑے حامی نکلنا شروع ہو گئے۔ ڈاکٹر حارث سلاجک نے اپنی علیحدہ پارٹی بنا لی۔ فیڈریشن کے سابق صدر ایوب گانچ SDA کو چھوڑ گئے۔ یورپین یونین اور امریکہ نے پورے زور سے SDP کی حمایت کی۔ اس پارٹی میں زیادہ تر لوگ مسلمان ہیں۔ اس کا صدر بھی مسلمان ہے مگر ان کے رجحانات اشتراکی ہیں۔ ہم اسے بائیں بازو کی پارٹی کہہ سکتے ہیں۔ اندازہ یہ تھا کہ عزت بیگوچ کی پارٹی کو بری طرح شکست ہوگی اور اکثریت کے ووٹ اس پارٹی کو مل جائیں گے۔ مغرب کی کوشش تھی کہ SDA شکست کھائے کیونکہ اس کو وہ مسلم انتہاپسند پارٹی تصور کرتے ہیں۔ مگر الحمدللہ عالیجاہ عزت بیگوچ کے بعد محمد بیکا کچیک نے بہت اچھی طرح پارٹی کی قیادت کی۔ اس لیے ان کی پارٹی دوسرے نمبر پر رہی۔ اول درجے پر SDP ہی تھی۔ ڈاکٹر حارث تیسرے نمبر پر رہے۔ اب توازنِ طاقت ڈاکٹر حارث سلاجک کے پاس ہے۔ اگر وہ SDA کا ساتھ دیں تو وہ جیت جائیں گے اور اگر SDP کا ساتھ دیں تو وہ حکومت بنائے گی۔ لیکن انھوں نے ابھی تک کسی واضح موقف کا اظہار نہیں کیا۔

○ مقیم، سرائیوو، بوسنیا

بوسنیا میں جنگ کے بعد لوگوں نے اسلام کی طرف بڑی تیزی سے رجوع کیا۔ اس میں بہت بڑا کردار مسلم این جی اوز کا تھا۔ ان تنظیموں نے ہر گھر میں قرآن کریم (مع ترجمہ) کے نسخے، احادیث کی کتب اور دینی کتب پہنچا دیں۔ اس کے علاوہ بھی ہر طرح کی حمایت کی جس کے نتیجے میں نوجوان طبقے کے اندر کافی حد تک تبدیلی آئی۔ لوگوں نے قرآن کریم پڑھنا سیکھنے کے لیے اپنے بچوں کو مسجد بھیجنا شروع کر دیا۔ نوجوانوں نے خود منظم طور پر کام شروع کر دیا، ۱۵ روزہ اور ماہانہ رسالے نکالنے شروع کیے، بچوں کے لیے اسلامی رسالے ملنے لگے۔ بازاروں میں داڑھی والے نوجوان اور باپردہ نوجوان خواتین نظر آنے لگیں۔ مسجدوں میں الحمدللہ کافی حد تک رونق نظر آنے لگی۔ یہ ایک بہت بڑی تبدیلی ہے کیونکہ یورپ کے اندر اس طرح کی عام اذانیں وہاں کے غیر مسلموں کے لیے بڑی اذیت کا باعث ہیں۔ اسی لیے بوسنیا میں ایک طرف اذان ہو رہی ہوتی ہے تو دوسری طرف گرجا گھروں میں گھنٹیاں بجنا شروع ہو جاتی ہیں۔ عمومی طور پر وہاں کے لوگ یورپین ہیں۔ ان کے رہن سہن میں اب کافی تبدیلی آئی ہے۔ جنگ ختم ہو گئی ہے اور مسلم این جی اوز کم سے کم تر ہو رہی ہیں۔ اب اخلاقی جنگ بڑی تیزی سے شروع ہو گئی ہے۔ اب عیسائی این جی اوز بڑے زور و شور سے میدان عمل میں ہیں جن کا مقصد ہی یہ ہے کہ کسی طرح سے یہاں کے لوگوں کے اخلاق کو تباہ کیا جائے۔ سیاسی لحاظ سے بھی جیسا یورپین یونین چاہتی تھی وہ ویسا کرتی تھیں، مثلاً OSCE نے ایک Kon Ton جس کا نام (گوراڈدے) ہے اس کے گورنر کو صرف اس لیے ہٹا دیا کہ وہ انتہا پسند مسلم ہے۔ اسی طرح بساج میں بھی ایسا ہی کیا۔ اسی طرح معاشی حالات کو بھی بڑے کمپیوٹرائزڈ طریقے سے خراب کیا تاکہ عالیجاہ علی عزت بیگوچ کی حکومت سے لوگ نفرت کریں۔ (ابھی نج کاری کا کام جاری ہے جس میں جرمنی نے کافی فیکٹریاں وغیرہ خریدی ہیں۔ اسی طرح آسٹریا نے بھی خریدی ہیں)۔ یہ سارے کام انتخابات سے پہلے ہوئے ہیں تاکہ لوگوں کو یہ بتایا جائے کہ اب نئی گورنمنٹ کے آتے ہی حالات برعکس ہو جائیں گے۔

مہاجرین کی واپسی بھی بڑی حد تک ٹھیک نہیں ہو رہی ہے، مثلاً سرب اور کروٹ اپنے گھروں میں جا سکتے ہیں مگر مسلمان نہیں جا سکتے۔ یہاں تک کہ اگر کسی سرب یا کروٹ کا گھر تباہ ہوا ہے تو اس کو این جی اوز نیا گھر بنا کے دیتی ہیں (اور اگر کوئی مسلمان سرب یا کروٹ کا گھر خالی نہیں کرتا تو انٹرنیشنل پولیس زبردستی اس کو باہر نکال دیتی ہے)۔ اس کے بدلے میں مسلمانوں کے لیے نہ تو کوئی گھر بنتا ہے اور اگر واپس جاتا ہے تو کوئی اس کا گھر خالی کرنے کو تیار نہیں۔ وہاں پھر نہ تو انٹرنیشنل پولیس جاتی ہے اور نہ کوئی این جی اوز۔ مسلم این جی اوز ویسے ہی فنڈ نہ ہونے کی وجہ سے دفتروں تک محدود ہو کر رہ گئی ہیں۔